سلسلہ اشاعت نمبر (7)

مجلس یادگارِ شیخ الاسلامؒ پاکستان، لاہور کے زیر اہتمام جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور
میں منعقدہ پانچویں سالانہ سیمینار بیاد حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے موقع
(۱۳ رصفر المظفر ۱۴۳۸/ 12 رنومبر 2016ء بروز ہفتہ) پر یہ مقالہ شائع کیا گیا

حضرت مولانا عبیداللہ سندھی

رحمۃ اللہ علیہ

حکمتِ شاہ ولی اللہؒ کے شارح

مقالہ نگار

حضرت مولانا محمد یوسف خان صاحب مدظلہم
اُستاذ الحدیث جامعہ اشرفیہ، لاہور

مجلسِ یادگارِ شیخ الاسلامؒ پاکستان
لاہور...... کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ خود نوشت حالاتِ زندگی میں لکھتے ہیں:

''میں تقریباً بارہ تیرہ سال سے قرآن عظیم اور حجۃ اللہ البالغہ کا بہ نظرِ عمیق مطالعہ کرتا رہا۔ تفسیر قرآن عظیم میں جس قدر مقامات میرے لیے مشکل تھے اس زمانہ میں انہیں امام ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اصول پر بالاطمینان حل کر سکا۔ جو لوگ میری طرح امام ولی اللہ دہلوی کو نہیں مان سکتے، ان کو مطمئن کرنے کا دعویٰ میں نہیں کر سکتا لیکن مجھے اپنے اصول پر قرآن عظیم میں اس زمانہ میں قابلِ عمل تعلیم کا ایک عملی نصاب نظر آیا۔ اس میں اس تجلی ریز مقدس مقام کی تاثیر ضرور ماننا پڑتی ہے۔''

مولانا عبید اللہ سندھیؒ لکھتے ہیں:

''میں نے امام ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتابوں کا خاص طور پر مطالعہ جاری رکھا مثلاً بدورِ بازغہ، خیر کثیر، تفہیماتِ الٰہیہ، سطعات، الطاف القدس، لمحات وغیرہ۔''

ان کتابوں کے مطالعہ سے مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ امام ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حکمت و فلسفہ کو اپنے ذہن میں جذب کرنے لگے اور جہاں کہیں مغلق مقامات نظر آئے ان کو حل کرنے کے لیے مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ فرماتے ہیں:

''اُن کی کتابوں کے لیے بطور مفتاح میں نے رفیع الدین دہلوی کی تکمیل الاذہان اور مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی عبقات اور مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی قاسم العلوم اور تقریر دلپذیر اور آب حیات کو استعمال کیا۔''

مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے نظریات میں پختگی اور وسعت کیسے پیدا ہوئی۔ اس کا جواب مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی تحریر میں محسوس کیجیے، لکھتے ہیں:

''مجھے لوگوں کے پڑھانے کا موقع بھی ملتا رہا اور ساتھ ہی مدرسہ قرآن حکیم بھی جاری رہا اس سے میرے نظریات بہت وسیع ہو گئے۔ للہ الحمد۔''

مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی حکمت، فلسفہ کو آئندہ نسلوں میں منتقل کرنے کا باقاعدہ ایک پروگرام پیش کیا، چنانچہ مولانا عبید اللہ سندھیؒ لکھتے ہیں:

''اگر مجھے موقع دیا جائے کہ میں امام ولی اللہ دہلوی کو حکمت کا مجتہد مستقل تسلیم کر لوں اور مولانا رفیع الدین دہلوی کو اس حکمت کے منتسب اور مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ کو مجتہد فی المذہب کے مرتبہ پر تسلیم کر لوں تو میں اس حکمت کا ایک ایسا مدرسہ قائم کر سکتا ہوں جس میں

(الف) قرآن عظیم

(ب) سنت رسول ﷺ وسنت خلفائے راشدین

(ج) تاریخ اسلام کی پوری عقلی تشریح ممکن ہو

(د) اس کے بعد تمام مذاہب عالم اور ان کی کتب مقدسہ کی تخلیق و تطبیق اس اصول پر آسان ہو جائے۔''

ہندوستان واپس پہنچ کر مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے فلسفہ کی اشاعت کو اپنا محبوب مشغلہ بنانے کا ارادہ کر لیا تھا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''ہندوستان پہنچ کر میرا پروگرام یہ ہو گا کہ میرا محبوب مشغلہ فلسفہ امام ولی اللہ کی تعلیم و اشاعت ہو گا۔ میں اعلیٰ طبقہ اور اہل علم کو اس طرف متوجہ کرتا رہوں گا اس میں دینی عالم اور دانش مند دونوں مخاطب ہوں گے اور اگر کوئی غیر مسلم ہندو، مسیحی آزاد منش اس فلسفہ کا مطالعہ کرے گا تو ضرور مدد کروں گا۔''

مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے بارہ میں مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ لکھتے ہیں:

''اُس زمانہ میں مولانا کا معمول یہ تھا کہ جمعہ کی نماز پابندی کے ساتھ ''اوکھلے'' سے آ کر دِلّی کی جامع مسجد میں ادا کرتے تھے جامع مسجد کے مغرب جنوب میں حکیم نابینا مرحوم کا مشہور مطب تھا اور اس مطب سے بالکل متصل ہمارے ایک دوست مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ کا ایک بڑا مکان تھا جس کے ایک وسیع کمرے میں'' ادارۂ شرقیہ'' کے نام سے مولانا نے ایک تعلیمی ادارہ قائم کر رکھا تھا۔ اس

''ادارۂ شرقیہ'' میں جمعہ کی نماز کے بعد سے لے کر عصر تک احباب کا اچھا خاصہ اجتماع رہتا تھا۔ مولانا عبید اللہ سندھیؒ بھی جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر سیدھے یہیں تشریف لاتے اور عصر تک رہتے تھے۔ چند روز کے بعد ہم لوگوں کی درخواست پر مولانا نے اس مجلس میں حجۃ اللہ البالغہ کا درس دینا شروع کیا۔ درس کی شکل یہ ہوا کرتی تھی کہ کتاب کی کوئی اہم بحث نکال لی اور اس پر تقریر شروع کر دی۔ تقریر کے ختم ہونے کے بعد ہم لوگ سوالات کرتے تھے اور مولانا اُن کے جوابات دیتے تھے، اس مجلس میں دیو بند کے فضلاء جو دلی میں مقیم تھے وہ اور ان کے علاوہ جامعہ ملیہ کے کچھ اساتذہ اور چند اور اَرباب علم شریک ہوتے تھے۔''

مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے فلسفہ کی روشنی میں اس بارہ میں مسلسل غور وفکر کیا تھا کہ اسلام کو دنیا کے موجودہ اقتصادی، سماجی اور سیاسی حالات میں کس طرح ایک عالمگیر طاقت بنایا جائے جس کا کہ وہ دین فطرت ہونے کا بجا طور پر مستحق ہے جو اس کا طبعی حق ہے۔ اس سلسلہ میں مولانا عبید اللہ سندھی نے اسلام کے اجتماعی، اقتصادی اور سماجی نظام کا بڑی باریک بینی سے مطالعہ کیا تھا۔

دوسری جانب مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں جو دنیا میں عظیم الشان صنعتی انقلاب آیا اور اس انقلاب کے جو اثرات انسانی فکر وتخیل اور عام معاشرے پر پڑ رہے تھے اس کا گہرا جائزہ لیا۔ اس کے بعد انہوں نے ایک نتیجہ پر پہنچ کر اپنا مستقل ایک فکر قائم کیا تھا۔ مولانا کا یہ فکر بڑا مستحکم اور غیر متزلزل تھا اور اس پر ان کو کمال درجہ کا اعتماد تھا۔

چنانچہ مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ (شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک) میں لکھتے ہیں:

''شاہ صاحب نے اسی نظام ملی کی تقلید میں اپنی انقلابی تحریک کو چلایا۔ انہوں نے تصوف کے خاص طریقے کی بیعت کو اپنے سیاسی نظام کا اساس بنایا۔ دوسرے لفظوں میں طریقت کی بیعت کا یہ مطلب ہوتا تھا کہ بیعت کرنے والے نے جماعت کا سیاسی نظام تسلیم کر لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی سیاست میں تصوف کو ایک بلند دینی درجہ دیا گیا ہے۔''

مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف میں جس قدر قواعد کلیہ مذکورہ ہیں وہ دراصل اُن کے فلسفہ کے اساسی اصول میں اور انسانیت عامہ کو اسی کی دعوت دی گئی ہے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تہذیب نفس کے سلسلہ میں جو چیز مطلوب ہے وہ چار خصلتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو اپنی چار خصلتوں کو قائم کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ تمام ملل مقدسہ میں انہی چار خصلتوں کا ارشاد اور ان کے حاصل کرنے کی ترغیب اور تحریض ''برّ'' یعنی نیکی ان چار خصلتوں کا حاصل ہے اور گناہ سے مراد وہ عقائد و اَعمال و اَخلاق جو اپنی چار خصلتوں کی ضد ہیں۔

ان چار خصلتوں میں سے ایک طہارت ہے، اس کی حقیقت کی طرف میلان سلیم الفطرت انسان کی طرف ودیعت کیا گیا ہے لیکن یہ گمان نہ کریں کہ یہاں طہارت سے مراد وضو اور غسل ہے، طہارت کا اصل مقصود وضو اور غسل کی روح اور ان کا نور ہے۔ جب آدمی نجاستوں میں آلودہ ہو، میل کچیل اس کے بال اور بدن پر جمے ہوں اور بول و براز اور ریح نے اس کے معدے میں گرانی پیدا کی ہو تو لازمی بات ہے کہ وہ انقباض، تنگیِ خون اپنے اندر پائے گا۔ طہارت اور پاکیزگی حاصل کرنے کے بعد اسے اپنے نفس میں انشراح، سرور اور انبساط کا احساس ہوگا حاصل کلام یہ ہے کہ طہارت بھی وجدانی کیفیت ہے جو اُنس اور نور سے تعبیر کی جاتی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک دوسری خصلت اللہ تعالیٰ کے لیے خضوع یعنی نہایت درجہ کی عجز و نیاز مندی ہے۔ حضرت مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ اس کی یہ تفصیل فرماتے ہیں کہ ایک سلیم الفطرت شخص جب طبعی اور خارجی تشویشوں سے فراغت کے بعد اللہ تعالیٰ کی صفات اس کے جلال اور اس کی کبریائی پر غور کرتا ہے تو اس پر ایک حیرت کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے، یہی حیرت خشوع خضوع کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے۔

تیسری خصلت سماحت اور فیاضی ہے اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ نفس طلب لذت،

حبِ انتقام و بخل اور حرص وغیرہ سے مغلوب نہ ہو۔ اس انسان میں عفت، جدوجہد، صبر وعفو، سخاوت، قناعت اور تقویٰ آ جاتے ہیں۔ شکم اور فرج کی خواہش کو قبول نہ کرنے کا نام عفت ہے۔ آسائش اور ترک عمل کی خواہش کو قبول نہ کرنے کا نام جدوجہد ہے۔ جزع اور فزع کا روکنا صبر ہے۔ انتقام کی خواہش کو دبانا عفو ہے۔ خواہش بخل کو چھوڑ دینے کا نام سخاوت ہے۔ حرص کو قبول نہ کرنا قناعت ہے۔ شریعت کی بنائی ہوئی حدود سے تجاوز نہ کرنا تقویٰ ہے۔

چوتھی خصلت عدالت ہے۔ سیاسی اور اجتماعی نظاموں کی روح رواں یہی خصلت ہے۔ ادب، کفایت، حریت، سیاست مدینہ اور حسن معاشرت وغیرہ سب عدالت کی شاخیں ہیں۔ اپنی حرکات وسکنات پر نگاہ رکھنا، عمدہ اور بہتر وضع اختیار کرنا اور دل کو ہمیشہ اس طرف توجہ رکھنا ادب ہے۔ جمع وخرچ، خرید وفروخت اور تمام معاملات میں عقل وتدبر سے کام لینا کفایت ہے۔ خانہ داری کے کاموں کو بخوبی سرانجام دینا حریت ہے۔ شہروں اور لشکروں کا اچھا انتظام کرنا سیاست مدینہ ہے۔ بھائیوں میں نیک زندگی بسر کرنا، ہر ایک کے حق کو پہچاننا اور ان سے الفت اور بشاشت سے پیش آنا حسن معاشرت ہے۔''

مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل تھے۔ مولانا گنگوہیؒ سے انہوں نے حدیث پڑھی تھی اور شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے عزیز ترین شاگردوں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ ساری زندگی دارالعلوم دیوبند کے طریقہ پر طلبہ کو پڑھاتے رہے۔ دارالعلوم دیوبند کی روح اور وہاں کی زندگی ضروری آداب کو مولانا نے اپنا مسلک سمجھا لیکن یہی مولانا عبیداللہ سندھیؒ جب شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے افکار کے شارح بنتے ہیں تو پھر ان کے نظریات کے بارے میں کئی اَطراف سے کئی اِشکالات سامنے آنے لگتے ہیں۔ کسی نے کہا کہ یورپ کی مادیت کا لوہا ماننے والے ہیں، کسی نے کہا ہندوستانی قومیت کے پرستار وطن پرست ہیں، کسی نے کہا کہ وہ اسلام اور ہندوستانی قومیت کا ایک معجون مرکب پیش کرنا چاہتے ہیں، کسی نے یہ لکھا کہ وہ لاشعوری طور پر اسلام کے اساسی اور فکری نظریات سے باغی ہو گئے ہیں، کسی نے یہ لکھا کہ انہوں نے کیمونیزم اور سوشلزم کو اپنا لیا ہے، کسی نے یہاں تک لکھ دیا کہ مولانا عبیداللہ سندھیؒ اسلام اختیار کرنے

کے بعد مسلمان دوستوں کے طرز عمل سے تنگ آ کر نفسیاتی دباؤ میں آ گئے اور اپنے آبائی مذہب سکھ مت کی طرف لوٹنے کی بجائے ''نیشنلسٹ'' بن گئے، یہاں تک بھی لکھ دیا گیا کہ مولانا عبیداللہ سندھی نظریہ وحدت الوجود کو صرف اس وجہ سے اپناتے ہیں کہ یہ ہندو کے نظریہ ''ویدانت'' اور ''پرانک'' کے قریب ہے، کسی کی توجہ مولانا کے روس میں قیام کی طرف ہوئی تو اس نے یوں لکھ دیا کہ مولانا عبیداللہ سندھی نے روس کے کمیونیزم میں پناہ ڈھونڈی اور کمیونیزم کے نظریہ میں توحید کو ملا کر اسے مسلمانوں کی فلاح و بہبود کا ضامن بنایا۔

مولانا صوفی عبدالحمید سواتی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مضمون ''حضرت مولانا عبیداللہ سندھی کے چند افکار'' میں لکھتے ہیں:

''انصاف کی بات یہ ہے کہ حضرت مولانا عبداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے بعض افکار شاذ ہیں بعض مرجوع قسم کے خیالات بھی ہیں اور بعض باتیں ایسی ہیں کہ مولانا ان پر بے جا سختی بھی کرتے تھے، بعض باتیں مصلحت کی خاطر ناگزیر خیال کرتے تھے لیکن ان سب باتوں کے باوجود مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مسلک، عقیدہ اور عمل کے لحاظ سے پکے سچے راسخ العقیدہ اور پر جوش مسلمان تھے۔ مجسم انقلاب اور نہایت ہی حساس دل رکھنے والے اولوالعزم شخصیت کے مالک تھے۔ توکل وقناعت کے درجہ علیا پر فائز تھے۔ ذاکر اور شاکر تھے ان علمائے ربانیین میں سے تھے جو ظاہر و باطن کے کمالات سے متصف ہوتے تھے۔ خدا پرست تھے، فکر عالی رکھتے تھے، عالم باعمل تھے، جن کا علم عمیق فہم دقیق اور فکر انیق تھا۔ سیاست اور انقلاب کے امام تھے۔ مطالعہ نہایت وسیع تھا۔ ذہانت اللہ تعالیٰ نے خوب عطا فرمائی تھی۔ دیوبندی جماعت میں بڑا مقام رکھتے تھے۔ پوری زندگی رضائے حق اور اسلام کی سربلندی کی خاطر بسر کی اس راستے میں بڑی بڑی مصیبتوں اور تکلیفوں کو برداشت کیا۔ مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ مجاہد اور غازی تھے۔ انگریز کے دشمن تھے۔ اسلام کے محقق عظیم تھے، قرآن حکیم کے مفسر تھے، حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے حکمت وفلسفہ کے ماہر امام تھے۔ ساری زندگی قرآن حکیم اور شاہ ولی اللہ کے فلسفہ کے ماہر امام تھے۔ ساری زندگی قرآن حکیم اور شاہ ولی اللہ کے فلسفہ کا مطالعہ جاری رکھا اور اس میں مہارت

تامہ حاصل کی، مسلمانوں کا زوال اور انحطاط ہر وقت ان کو بے چین رکھتا تھا۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ علیہ کے فلسفہ اور حکمت کی خصوصی تعلیم اور سیاسیات اسلامیہ کی تربیت حضرت شیخ الہند سے حاصل کی۔ جب تک مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان میں رہے تو علماء کی تربیت میں مصروف رہے۔ دارالعلوم دیو بند کی ترقی میں دلچسپی رکھتے تھے۔ پھر نظارۃ المعارف ادارے کا قیام اور اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دینی وملی اور سیاسی خدمت میں مصروف رہے۔ قرآن حکیم کی تعلیم کے لیے خصوصی انتظام کیے، پھر ہندوستان سے باہر جا کر افغانستان کی آزادی کے لیے کام کیا۔ پھر ایک طویل وقت روسی اشتراکی نظام کے بارے میں خوب گہرا مطالعہ کیا۔ لیکن مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کو صرف اس بات کی وجہ سے اشتراکیوں کے خیالات سے متاثر قرار نہیں دینا چاہیے۔

اسی طرح وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے مسائل ارباب تصوف وسلوک کے ہاں صدیوں سے چلے آ رہے ہیں۔ شیخ ابن عربی اور دوسرے اکابر وحدت الوجود کے نظریہ کو تسلیم کرتے، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اگرچہ وحدت الشہود کے نظریہ پر زور دیا ہے لیکن شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں نظریات کو باہم تطبیق دے کر امت کے سامنے ایک نظریہ پیش کیا۔ اب اس نظریہ کے شارح مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ لہٰذا مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کو ارشادات کو حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے فلسفہ کے شارح ہی کی حیثیت سے سمجھنا چاہیے۔ اسی طرح مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے جو اقتصادی انقلاب کا طریقہ کار پیش کیا اسے روسی انقلاب کی روشنی میں سمجھنے کے بجائے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے فلسفہ کی روشنی میں سمجھنے کی ضرورت ہے۔"

اللہ رب العزت ہم سب کو اپنے بزرگوں کی باتوں اور اُن کے افکار کو اُنہی کی مخلصانہ سوچوں کے مطابق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

مجلسِ یادگارِ شیخ الاسلام پاکستان

لاہور...... کراچی